۱۵؍ اگست ۱۹۷۰ء

ہفتہ وار
ہماری زبان

جلد ۲۹ | ایڈیٹر: آل احمد سرور | شمارہ ۳

اس شمارے میں

اداریہ

یوم آزادی

"ہماری زبان" کے پڑھنے والوں کو یوم آزادی مبارک ہو۔

آج ہماری آزادی کو پورے تئیس سال ہو گئے۔ اس عرصے میں ہم نے بہت سی باتوں میں بڑی ترقی کی اور بلندی کی بہت سی منزلیں طے کیں، مگر اسی زمانے میں بہت سی باتیں ایسی بھی ہوئیں جو ہمارے لئے شرم کا باعث ہیں اور جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ ابھی ہمارے اندر بہت سی خامیاں موجود ہیں اور جب تک ہم انھیں دور نہیں کرتے "ہمارا" ملک اس منزل تک نہیں پہنچ سکتا جو ہمارا نصب العین ہے اور جس کے خواب ہم برابر دیکھتے آئے ہیں۔

یہ دن حساب کتاب، شکایات اور الزامات کا نہیں ہے یہ دن اپنے گریبان میں منھ ڈالنے، اپنی روح میں جھانکنے اور اپنا جائزہ لینے کا ہے۔ یہ دن تجدید پیمان وفا کا دن ہے۔ یہ دن کاروبار شوق کی سرگرمی کو تازہ کرنے کا دن ہے۔ آج ہر ہندوستانی کو پھر سے عہد کرنا چاہئے کہ وہ اپنے وطن کو جنت بنانے کے لئے اپنے خون جگر کا آخری قطرہ صرف کرے گا، وہ جمہوریت اور سیکولرزم اور سوشلزم کو ملک میں عام اور دلوں کی دھڑکن بنائے گا، وہ فرقہ وارانہ فسادات کی لعنت سے ملک کو پاک کرے گا، وہ لسانی، علاقائی یا دوسری چھوٹی اور محدود وفاداریوں سے بلند ہو کر پورے ملک کے مفاد کو نظر میں رکھے گا، وہ

(باقی صفحہ ۲ پر)

آل احمد سرور

میں نے امریکہ کو کیسا پایا؟

(۹)

منی سوٹا یونیورسٹی میں ایک ایسا علمی کام ہو رہا ہے جس کی ہمارے لئے بڑی اہمیت ہے۔ وہاں ایک تاریخی اٹلس تیار ہو رہی ہے جو اب تک کی تمام اٹلسوں کے مقابلے میں زیادہ جامع ہے اور جس کے مواد کی تیاری میں جدید ترین معلومات کو ملحوظ رکھا گیا ہے۔ میں جب جنوری ۱۹۷۰ء میں وہاں ایک لیکچر دینے گیا تو میں نے ان لوگوں سے بات چیت کی جو یہ عظیم کام کر رہے ہیں اور ان سے اس کے متعلق کچھ معلومات بھی حاصل کیں۔ یہ کام کئی سال سے ہو رہا ہے اور ابھی اس میں کئی سال اور لگیں گے، مگر اس وقت تک جو نقشے اور چارٹ تیار ہو چکے ہیں ان کی تعداد بھی خاصی ہے۔ اس کام کو دیکھ کر مجھے بڑا رشک ہوا، یہ تو ہمارے ملک میں ہونا چاہئے تھا۔ ہمارے یہاں اچھے مورخوں کی کمی نہیں ہے، وسائل بھی بہرحال فراہم ہو جاتے ہیں گو ظاہر ہے کہ مغربی دنیا خصوصاً امریکہ کے وسائل ہمارے بس کے نہیں۔ شکایات صرف وسائل کی نہیں ولولے کی بھی ہے اور پھر ریاض اور یکسوئی سے علمی کاموں میں لگے رہنے کی۔ اس کی ہمارے یہاں جو کمی ہے وہ افسوسناک ہے۔

سارے اٹلس میں ۱۵۲ صفحے ہوں گے۔ ہر صفحے پر متعدد نقشے اور

اشاعت کی تاریخیں
۱، ۸، ۱۵، ۲۲

انجمن ترقی اردو (ہند) علی گڑھ

فی کاپی: ۱۵ پیسے
قیمت سالانہ: ۵ روپے

چارٹ ہوں گے۔ اٹلس کے بارہ حصّے ہیں پہلے حصّے میں طبعی معلومات ہیں، اس میں جائے وقوع اور رقبے، موسمیات، آب و ہوا، نباتاتی معلومات، جنگلات، پہاڑوں، دریاؤں، وادیوں کے متعلق نقشے ہیں۔ ان میں سے بیشتر کے نقشے تیار ہو چکے ہیں، کچھ کے تیار ہو رہے ہیں۔ دوسرے حصّے میں قبل تاریخ اور ابتدائی تاریخ (PRE AND PROTO HISTORY) سے متعلق نقشے ہیں جن میں پتھر کے عہد سے کر ہڑپا کی تہذیب کے نقوش تک کا جائزہ ہے اور اس طرح ویدوں کے دور سے پہلے تک کی ساری معلومات جمع کر دی گئی ہیں۔ اس حصّے کے متعدد نقشے تیار ہیں، کچھ بیشتر بن رہے ہیں، مواد جمع ہو چکا ہے تیسرا حصّہ ویدک دور اور کلاسیکل دور کا احاطہ کرتا ہے۔ اس کے چار ذیلی حصّے ہیں۔ پہلے میں ان تمام مقامات اور آبادیوں کی نشاندہی کی گئی ہے جن کا ذکر رگ وید اور بعد کے ویدوں میں ملتا ہے یا رامائن اور مہابھارت میں آیا ہے۔ دوسرے میں قبل موریا اور موریا دور کے متعلق معلومات ہیں، تیسرے میں موریا عہد کے بعد کے دور کی سیاسی صورت حال دکھائی گئی ہے چوتھے ذیلی حصّے میں گپتا ساماراج اور کلاسیکل دور کے متعلق نقشے ہیں۔ اس حصّے کے بھی بیشتر نقشے بن چکے ہیں یا بن رہے ہیں، ایک تہائی حصّے کا مواد جمع ہو رہا ہے۔ چوتھے حصّے میں آٹھویں صدی سے بارہویں صدی تک کی سلطنتوں اور علاقائی تہذیبوں کے متعلق نقشے ہیں اس حصّے میں مذہبی اور فنی اہمیت رکھنے والے مقامات کی نشاندہی خاص طور سے اہمیت رکھتی ہے۔ مثلاً شنکر آچاریہ اور رامانج نے جہاں جہاں کا سفر کیا ان تمام مقامات کی نقشے میں صراحت کی گئی ہے بھکتی تحریک کے فروغ کو بھی اسی طرح ظاہر کیا گیا ہے اس حصّے کا مواد ابھی زیادہ تر جمع ہو رہا ہے لیکن کچھ چیزوں کے نقشے بھی بن رہے ہیں۔ پانچویں میں مسلمانوں کی ہندوستان میں آمد سے لے کر مغل حکومت سے قبل تک کی تاریخ کے نقشے ہیں۔ یہاں بھی مذہبی، فنی، تہذیبی اہمیت کے مقامات کی خاص طور سے نشاندہی کی گئی ہے، صوفیوں کے پیروں، گرونانک، چیتنیہ، ولبھ آچاریہ جن جن مقامات پر گئے ان کا اندراج ہے۔ اس حصّے کا مواد ابھی جمع ہو رہا ہے، صرف سلاطین دہلی کے متعلق نقشے بن رہے ہیں۔ چھٹے حصّے کے پہلے سیکشن میں مغل دور کے متعلق تمام معلومات یکجا کر دی گئی ہیں اور دوسرے میں یورپی طاقتوں کی تجارت اور ساحلی علاقوں میں ان کی فوجی طاقت کے استحکام کا جائزہ ہے اس حصّے کے نقشے بیشتر تیار ہیں اور کچھ کے تیار ہو رہے ہیں مواد قریب قریب سب جمع ہو چکا ہے۔ ساتویں حصّے میں ۱۷۰۹ سے ۱۸۵۷ء تک اقتدار کی کشمکش اور بالآخر برطانوی اقتدار کا قیام دکھایا ہے۔ یہاں بھی دو ذیلی حصّے ہیں اور دوسرے حصّے میں ۱۸۵۷ء کی شورش کے متعلق ضروری معلومات مہیا کر دی گئی ہیں۔ اس حصّے کے سلسلے میں آدھے سے زیادہ نقشے تیار ہیں، بقیہ نصف کے یا تو نقشے تیار ہو رہے ہیں یا مواد جمع ہو رہا ہے۔ آٹھویں حصّے میں جو بہت بڑا ہے، چار ذیلی حصّے ہیں۔ پہلے میں آزادی تک کی سیاسی تبدیلیوں کا ذکر ہے۔ دوسرے میں ریاستوں اور صوبوں کے حدود میں جو تبدیلیاں ہوئی ہیں ان کا جائزہ ہے، تیسرے میں ہندوستانی نشاۃ ثانیہ اور بڑے شہروں اور تہذیبی اداروں کی نشاندہی کی گئی ہے اور چوتھے میں آزادی کی تحریک کے متعلق معلومات ہیں۔ اس حصّے میں خصوصاً گاندھی جی کی زندگی میں جو اہم مقامات ہیں، وہ شہر جہاں فسادات ہوئے، کانگریس اور دوسری سیاسی پارٹیوں کے سالانہ جلسے کہاں کہاں ہوئے، ۱۹۲۰ء سے ۱۹۴۵ء تک خاص خاص انتخابات، دو عالمگیر جنگوں میں ہندوستانی فوجیں کہاں کہاں گئیں غرض تمام ضروری معلومات یہاں مل جائیں گی اس حصّے کا نصف مواد نقشوں میں آ چکا ہے، باقی کے یا نقشے بن رہے یا مواد جمع ہو رہا ہے۔ نویں حصّے میں آزادی کے بعد کی سیاسی تاریخ ہے جس میں ضلعوں تک انتظامی منطقے دکھائے ہیں چار عام انتخابات کے متعلق مواد ہے، سرحدوں کے متعلق تمام مواد یکجا کر دیا گیا ہے اور دنیا میں جنوبی ایشیا کی جگہ نقشوں میں متعین کی گئی ہے اس حصّے میں انتظامیہ اور انتخابات کے متعلق چارٹ تیار ہیں، دوسری چیزوں کے متعلق ابھی مواد جمع ہو رہا ہے۔ دسویں حصّے میں جدید دور میں سماجی اور تہذیبی ارتقا کی نشاندہی ہے۔ اس میں تمام مذہبی فرقوں، ذاتوں، قبیلوں، زبانوں، تہذیبوں، تعلیم اور نشر و اشاعت، پھر دیہات اور شہروں میں تعمیر، لباس، زیورات، جدید فن تعمیر کے متعلق مواد یکجا کیا جا رہا ہے اس بڑے حصّے کے چار ذیلی حصّے ہیں اس حصّے کے آدھے سے زیادہ نقشے اور چارٹ تیار ہو چکے ہیں اور باقی کے بن رہے ہیں۔ گیارہویں حصّے میں آبادی اور اقتصادی حالت کے متعلق معلومات ہیں۔ یہ حصّہ بہت اہم ہے کیونکہ اس میں بڑھتی ہوئی آبادی، شہری آبادی میں اضافہ، زراعت کے متعلق مواد، آبادی کا ملک کے ایک حصّے سے دوسرے کو منتقل ہونا، پکی سڑکوں، آب پاشی، زرعی اصلاحات، فصلوں، صنعتوں، خاص صنعتی اداروں، سبھی کے متعلق مواد جمع کیا گیا ہے۔ اس حصّے کے نقشے اور چارٹ بھی زیادہ تر تیار ہو گئے ہیں۔ بارہویں حصّے میں تفصیلی مطالعے کے الگ الگ حصّوں کے نقشے اور انڈکس نقشے ہیں۔ اس حصّے کا مواد ابھی جمع ہو رہا ہے۔

کاش ایسا کام ہندوستان میں ہوتا، مگر بہرحال دنیا میں کہیں اچھا اور بڑا کام ہو ہمیں اس کی قدر کرنی چاہیے اور ہو سکے تو اس پر اضافہ کرنا چاہیے۔

حالی سے آگے

تمام ہندوستانی زبانوں کو قومی زبانیں سمجھے گا اور ان کے فروغ کے لئے پوری کوشش کرے گا اور وہ سرد جنگ کرانے والی بڑی طاقتوں اور دولت مند ملکوں کا محتاج رہنے کی بجائے اپنی محنت، اپنی صلاحیت اور اپنی محنت پر تکیہ کرے گا۔ وہ اپنے دیش کی صالح روایات اور اس کی شاندار تہذیب پر فخر کرے گا اور آج ہمارے سماج میں جو خرابیاں آ گئی ہیں انھیں دور کرنے کے لئے مسلسل جدوجہد کرے گا۔ وہ اچھا ہندوستانی ہوگا اور اچھا انسان اور ہندوستانی تہذیب کے جلوۂ صد رنگ میں ہر رنگ اور ہر رنگ کی موجودگی پر فخر بھی کرے گا اور اصرار بھی کیونکہ یہی ہماری خصوصیت ہے اور یہی ہمارا امتیاز اور یہی ہماری تاریخ اور تہذیب کا تقاضا ہے۔

کاوش بدری

صوبۂ مدراس میں اردو زبان و ادب کا

سرسری جائزہ

(۱) تمل ناڈو میں تقریباً ڈیڑھ سو شعرا ہیں جن کی ایک خاصی تعداد مقامی مشاعروں میں حصہ لیتی ہے، جنوب اور خصوصاً مدراس سے نکلنے والے مقامی رسائل میں بھی ان میں سے بعض لوگ چھپتے ہیں۔

(۲) نیچے ان شعرا کی فہرست دی جاتی ہے جو تمل ناڈو کے اردو ادب میں نہ صرف نمایاں مقام رکھتے ہیں بلکہ ان میں سے بعض ملک بھر میں مشہور ہیں جن کی تخلیقات ہند و پاک کے جدید و قدیم معیاری رسائل میں چھپتی ہیں۔ ان میں سے چند لوگوں کی شعری تخلیقات بھی شائع ہو چکی ہیں جن پر نقادوں اور نقادوں اور شاعروں کے تبصرے متعدد رسائل میں شائع ہوئے ہیں۔ خصوصاً راقم الحروف کی مثنوی قبلہ نما اور شرد ما نجلی پر مالک رام، امتیاز علی عرشی، گوپی چند نارنگ، آل احمد سرور، نیاز فتح پوری، فراق گورکھپوری، احتشام حسین، اختر اورینوی، نیاز حیدر، رشید احمد صدیقی، شاد تمکنت، جگن ناتھ آزاد، کمار پاشی، سلام مچھلی شہری اور مختلف جدید و قدیم فنکاروں کی آرا شائع ہو چکی ہیں۔ دانش فرازی، راز امتیاز اور ڈاکٹر عزیز تمنائی کی تخلیقات پر بھی مشاہیر کی گرامی آرا آپ کی نظر سے گذری ہوں گی۔ عزیز تمنائی کے سانٹوں کا مجموعہ برگ نوخیز نئی صنف کے اعتبار سے کافی مقبول بھی ہوا۔ اب زحمت کیفی کے تقریباً دو سو ترائیلوں کا مجموعہ زیر اشاعت ہے اور جدید نظموں اور جدید غزلوں کے مجموعے بھی بہت جلد ذیل کے چند شعرا کے شائع ہوں گے۔ جن میں چند ایک کی نثری اور شعری تخلیقات EXTERNAL SERVICE کے لئے اور اردو مجلس دلی کے لئے مدراس ریڈیو اسٹیشن سے کبھی کبھار ریکارڈ ہو کر براڈکاسٹ ہوتی ہیں، خصوصاً تمل ادب پر راقم الحروف کے کئی مقالے براڈکاسٹ ہو چکے ہیں اور جدید ہندوستانی شاعری نمبر آجکل میں راقم الحروف کے منظوم تراجم (تمل سے) بھی شامل ہیں۔

فہرست شعرائے جدید

دانش فرازی، کاوش بدری بی۔ اے، راز امتیاز (جنرل سکریٹری مجلس مصنفین و مدیر ہفتہ وار اتحاد)، اسماعیل رفیقی، زحمت کیفی، عزیز تمنائی ایم۔ بی بی ایس، ساحل رشید، حسرت سہروردی ایم لٹ (عظیم تمل شاعر ترہ ورکی منظوم تمل تصنیف کرل کا اردو ترجمہ ساہتیہ اکاڈمی کی طرف سے شائع ہوا ہے) حضرت کمال ویلوری، ادیب بھارتی، راجی صدیقی (سکریٹری اردو انجمن) حضرت عبید مدراسی، آثم کرنولی، بدر جمالی بی اے، بلال جہانگیر، تمنا یوسفی، فردوس خیامی بی اے، حسن فیاض، علیم صبا نویدی بی اے، ان شعرا میں دانش فرازی کے تین شعری مجموعے، راقم الحروف کے مجموعے اور فردوس خیامی کی "گیسوئے شب" شائع ہو چکی ہے۔ مذکورہ آخری دو شاعر پچھلے دو تین برسوں میں ابھرے ہیں۔

افسانہ نگار

ایس ایم حیات بادشاہ بی ایس سی، ادیب بھارتی، راز امتیاز، علی اکبر آمبوری، مہر طلعت علیم صبا نویدی، حسن فیاض، فضل جاوید ایم اے، انور ربانی، صلاح الدین برق (ایڈوکیٹ)، فیاض حسینی فیاض (ایڈوکیٹ)

نثر نگار

راز امتیاز، مولوی یوسف کوکن، ایم اے، ایم لٹ، حیدر علی خاں حیدر، اسمٰعیل ذبیحی (ٹی ایس ایلیٹ کی چند نظموں کے منظوم اردو تراجم موصوف کے شب خون میں شائع ہو چکے ہیں) دانش فرازی، کاوش بدری، مولوی یوسف کوکن صاحب کی متعدد کتابیں شائع ہو چکی ہیں۔

تنقیدی مقالات لکھنے والے

راز امتیاز، اسمٰعیل ذبیحی، دانش فرازی، کاوش بدری۔

صحافیوں میں

• کاوش بدری "فن کار" "منزل" "پاکیزہ" "انجم" کی ادارت کر چکے ہیں۔

• راز امتیاز (محمود ایاز کے دست راست کی حیثیت سے سالار دہلی کی ادارت کے علاوہ ہفتہ وار اتحاد "پاکیزہ" "انجم"، "قلم دیش" "نوائے شام"، "ساون" (ماہنامہ) جیسے روزناموں، ہفتہ وار اور ماہناموں کی ادارت کر چکے ہیں اور اب اتحاد کی ادارت کر رہے ہیں۔

• دانش فرازی "ہمسفر" ہفت روزہ کی ادارت کر چکے ہیں۔

• کریم اللہ نوجوان ہفت روزہ آزاد نوجوان کے مدیر و پبلشر ہیں قادیانی جماعت سے متعلق ہیں، بڑے کام کے آدمی ہیں۔

• نثار نجمی۔ ماہنامہ آب و تاب کے مدیر ہیں جو آج بھی جاری ہے۔

• ڈاکٹر سید خلیفۃ اللہ "ہفت روزہ" رفیق ملت کے مدیر ہیں جو مسلم لیگ کے خاص رکن ہیں۔ دو لسانی فارمولے کے حامی دکھائی دیتے ہیں۔ اس رو سے ان کی اردو کی خدمت مشکوک ہے۔

• عبداللطیف فاروقی۔ مدیر روزنامہ مسلمان مدراس

انجمنیں

• تمل ناڈو مجلس مصنفین اردو۔ تمل ناڈو کے اردو مصنفین کی یہ پہلی انجمن ہے کے ذریعہ پہلی بار سنجیدگی سے ادب کے مسائل پر تبادلۂ خیال کا آغاز ہوا اور تمل ناڈو میں تنقیدی شعور عام ہوا اور جدید نظم اور جدید غزل کی طرف جھکاؤ پیدا ہوا۔ اس کے ذریعہ احتشام حسین صاحب، نیاز حیدر، خلیل الرحمن اعظمی، محمود ایاز، فراق، اختر الایمان، خواجہ احمد عباس، محمود سعیدی، زرینہ ثانی، کمار پاشی، کیلاش ماہر، ساجد صدیقی، گلزار دہلوی اور دیگر کئی مشاہیر کے اعزاز میں سمپوزیم نما ادبی نشستیں

ترتیب دی گئی تھیں۔ اس مجلس کے صدر ماہر غالبیات مالک رام کے کلاس میٹ اور گہرے دوست شری نازک چند بھارتی ہے ہیں، راز امتیاز جنرل سکریٹری اور راقم الحروف ناظم نشر و اشاعت ہے۔ اس مجلس کے تحت دو تین منظوم تصنیفات بھی شائع ہوئی ہیں۔

راقم الحروف کی مثنوی قبلہ نما اور شردھانجلی
ذوس خیامی کی گیسو کے شب (منظوم مجموعہ)

• **حلقۂ ارباب ذوق:**

جدید افسانہ نگاروں کی انجمن، ایڈوکیٹ صلاح الدین برق، ایڈوکیٹ فیاض حسینی سکریٹری اور جوائنٹ سکریٹری ہیں۔

• **تمل ناڈو اردو محاذ:**

اسی ماہ قائم ہوا ہے جس کے جنرل سکریٹری راز امتیاز ہیں۔ دو لسانی فارمولے میں تبدیلی کے لئے یہ محاذ عنقریب اردو کنونشن ترتیب دے گا۔

• **اے بی اردو سیمینار:**

اس ادارے نے مدراس میں کئی عظیم الشان کل ہند مشاعرے (ٹکٹ کے) منعقد کئے مگر اس کے ذریعہ مقامی شعرا میں ان لوگوں کو ابھرنے کا موقع فراہم نہیں کیا گیا جن کی تھوڑی بہت قدر و منزلت ملک بھر میں ہے۔ اس ادارے کی جانب سے نہ کوئی مجموعہ ہی اردو کا نکلا اور نہ اردو کی کوئی بنیادی خدمت ہو سکی۔ اس ادارہ سے مولانا سید عبدالوہاب بخاری اور پروفیسر حمید علی خاں علیحدہ وابستہ ہیں۔

• **اردو اسوسی ایشن:**

ساجی صدیقی (جنرل سکریٹری) اور بلال مدراسی، انجم کرنولی جیسے کہنہ مشق شعراء اس سے وابستہ ہیں۔

مذکورہ انجمنوں کے علاوہ شہر مدراس میں "اردو انجمن" "بزم شگوفہ" "فردوس ادب"، "محفل ادب"، "بزم راغب"، "تمل ناڈو پبلیکیشن" "بزم سخن" وغیرہ موجود ہیں۔ اضلاع کے مراکز میں بھی ایسی کئی انجمنیں سرگرم ہیں، مثلاً واشباڑی میں 'بزم نو' اس علاقہ کے ادیبوں اور شاعروں کے لئے پلیٹ فارم کا کام دیتی ہے۔ پنجابی اسوسیشن مدراس سے کل ہند پیمانے پر عظیم الشان مشاعرے ہوتے ہیں مگر اس میں کسی مقامی شعراء کی نمائندگی نہیں ہوتی۔ اب تک ان مشاعروں کے ذریعہ لاکھوں روپے وصول کئے گئے ہیں جو پنجابی بچوں کے لئے اسکول وغیرہ کی فلک بوس عمارتوں کے لئے صرف کئے گئے جہاں ہندی پڑھائی جاتی ہے اردو کا نام ونشان تک نہیں۔ یہاں کے ہر اس کالج جہاں اردو اسوسیشن ہیں ان کے تحت ہر سال اردو ڈے اور مشاعرے منعقد ہوتے ہیں۔ نیو کالج مدراس نے جس کے پرنسپل مولانا سید عبدالوہاب صاحب بخاری کبھی رہ چکے ہیں، بھی ایک کل ہند مشاعرہ منعقد کیا تھا۔ یہاں کے ایلیمنٹری اسکولوں، ہائی اسکولوں اور کالجوں کے بیشتر اساتذہ آغا شعراء ہیں۔ بہ نسبت کالج کے شعراء اور نثر نگاروں سے ان ایلیمنٹری اسکولوں کے شعراء کا ادبی معیار بے حد بلند ہے جو قدامت سے اعتراف کرتے ہوئے جدید شعور بھی رکھتے ہیں۔

احتشام اختر

غزل

میرے ہی بدن کے لئے تلوار بھی ہوگی
یہ ٹھنڈی سی ہوا باعثِ آزار بھی ہوگی

گونجی تھی جو آواز مری دشت میں اک دن
معلوم کسے تھا کہ گرفتار بھی ہوگی

بستی سے بہت دور بیاباں میں کہیں موت
یاروں کے لئے سرخیٔ اخبار بھی ہوگی

جس چیز کو چوروں کی طرح دیکھ رہے ہو
اڑ جائے گی ہاتھوں سے تو جھنکار بھی ہوگی

بوتا ہوں اس امید پہ میں دل میں محبت
بنجر تو ہے دھرتی کبھی گلزار بھی ہوگی

آسان سمجھ کر جسے گزرے ہیں کئی بار
معلوم نہ تھا راہ وہ دشوار بھی ہوگی

سوچا ہی نہ تھا اس دل نافہم نے اختر
پھینکے گا اگر تیر تو یلغار بھی ہوگی

• **عربی فارسی مدارس:**

(۱) مدرسہ باقیات الصالحات ویلور میں عربی، فارسی اور اردو کا معیار بہت بلند ہے یہاں فارن سے بھی آکر طلبہ سند حاصل کرتے ہیں۔ بیشتر اساتذہ شعراء ہیں۔ یہ مدرسہ فارسی اور عربی یونیورسٹی کا درجہ رکھتا ہے۔ اساتذہ میں مولانا صبغۃ اللہ بختیاری حضرت کمالی ویلوری، ندوی، باقوی کافی مشہور ہیں۔ یہاں کی لائبریری میں تقریباً بیس ہزار (قدیم وجدید) کتابیں عربی، فارسی، اردو کی جمع ہیں۔ یہاں منشی فاضل، ادیب فاضل اور مولوی اور افضل العلماء کی سندیں ملتی ہیں۔

(۲) جامعہ دار السلام عمرآباد: یہ مدرسہ بھی فارسی، عربی

اور اردو کی ایک یونی ورسٹی کا مقام رکھتا ہے جس کے پرنسپل (سابق) حضرت مولانا شاکر نائطی مرحوم تھے جن کی ادارت میں شہرۂ آفاق ماہنامہ "مصحف" نکل چکا ہے جس میں ملک کے مشہور اساتذۂ فن کی تخلیقات شائع ہو چکی ہیں مثلاً ماہر القادری، مولانا ناطق، اطہر ہاپوڑوی، نیاز فتحپوری، اقبال وغیرہم مستقل لکھنے والوں میں سے تھے۔ اس مدرسہ نے بہترین شاعر، نثر نگار، نقاد نگار اور مقرر پیدا کئے ہیں۔ طرز غالب کی ریل پیل تمل ناڈو میں حضرت شاکر نائطی کی وجہ سے ہوئی۔ اس سے سو سال پہلے مدراس ہی کے ایک نقاد اور شاعر مولوی منشی حبیب اللہ ذکا مدراسی تلمیذ غالب نے گلزار اعظم کے شاعروں میں فکر غالب اور طرز غالب کا سکہ رائج کیا تھا اس کے بعد شہر استاد حضرت شریف مدراسی نے تقریباً ۵۰ سال پہلے غالب کے دیوان کا جواب ہر زمین میں غزلیں کہہ کر دیا تھا شریف کا یہ دیوان اب بھی دستیاب ہے۔ اگر آپ شریف کا کلام ملاحظہ فرمائیں تو آپ کو تعجب ہوگا کہ مدراس میں کس پایہ کا شاعر گزرا ہے۔ شریف نے ایک ماہنامہ بھی اس زمانے میں نکالا تھا جس میں خود مرزا غالب نے اپنی ایک غزل بغرض اشاعت ارسال کی تھی جس کی کاپی میرے پاس موجود ہے۔ غرض اس مذکورہ مدرسہ کے بیشتر اساتذۂ فن بھی شعراء ہیں جو مقامی مشاعروں میں حصہ لیتے ہیں۔ طلبہ میں بھی ادبی ذوق کافی ہے۔ یہاں بھی بیرونی ممالک کے طلبہ سندیں حاصل کر کے رخصت ہوتے ہیں مدرسہ باقیات کی طرح یہاں بھی فری لاجنگ بورڈنگ ہے۔

جمالیہ کالج مدراس :

جس کے مہتمم مولانا سید عبدالوہاب صاحب بخاری ہیں خصوصاً عربی تعلیم کے لئے یہ مدرسہ مرکز کی حیثیت رکھتا ہے۔ یہاں بیرونی ممالک سے بے شمار طلبہ آکر تعلیم حاصل کرتے ہیں۔ مذکورہ تینوں عربی فارسی مدارس میں فری لاجنگ اور بورڈنگ میں ہزاروں طلبہ اکتساب نور کرتے ہیں۔

ان مدارس کے علاوہ ہر مسجد میں بعد نماز صبح عربی اور اردو کا درس دیا جاتا ہے۔ تمل ناڈو میں تقریباً ۲۰۰ پرائیویٹ اردو ایلیمنٹری اسکول ہوں گے جو وقف شدہ جائداد سے حاصل ہونے والی آمدنی سے چلتے ہیں مگر وقف کا مال مدرسوں سے زیادہ ذاتی مفاد میں ہضم کر لیتے ہیں خود میرے نانا مرحوم نے ابجور میں ایک مدرسہ دینیات قائم کیا تھا جسے چلانے کے لئے بہت بڑا ایک مارکٹ بھی وقف کیا تھا اس میں تقریباً ۲۰۰ دوکانیں ہیں ہر ماہ آج بھی چار ہزار روپیوں کا کرایہ وصول ہوتا ہے مگر مہتمم گورنمنٹ سے گرانٹ لے کر اس ایلیمنٹری اسکول کو چلاتے ہیں اور ہر ماہ جو چار ہزار روپیوں کا کرایہ مارکٹ سے ملتا ہے وہ ان کی جیبوں میں چلا جاتا ہے۔ اس دھاندلی کے خلاف میں نے آواز اٹھائی ہے مگر وقف بورڈ ان دنوں نہ صرف سست ہے بلکہ اس کا پلڑا دوسری طرف جھکا ہوا ہے اس قسم کی آوازیں اسکولوں کی بحالی کے لئے جابجا اٹھتی رہتی ہیں مگر اقتصادی مجبوریوں کے کارن دب کر رہ جاتی ہیں۔ یہاں نہ لیڈر شپ اچھی ہے نہ اردو زبان و ادب کے فروغ یا اس کے تحفظ کے لئے کوئی سرسید کی موجود۔ ان LUDICROUS BLUNDERS پر لکھتا چلوں تو صفحے کے صفحے سیاہ ہوں گے اور آپ اکتا جائیں گے لہٰذا اب میں اردو زبان بولنے والوں کی تعداد، کارپوریشن ایلیمنٹری اردو ہائی گرلس اسکولوں، ہائی اسکولوں اور کالجوں کی فہرست پیش کر رہا ہوں ملاحظہ فرمائے گا۔ اس سے پہلے میں دو اور عربی، فارسی مدارس کا ذکر کرنا ضروری سمجھتا ہوں جن کا ذکر چھوٹ گیا ہے۔

دیوان صاحب باغ مدارس :

یہاں عربی تعلیم دی جاتی ہے۔ اس مدرسہ میں تقریباً بارہ ہزار مخطوطات (عربی، اردو، فارسی) محفوظ ہیں۔ جناب مختار الدین آرزو صاحب جیسے محقق یہاں سے فیض حاصل کر چکے ہیں۔ یہاں بڑی نایاب کتابیں بھی موجود ہیں۔

حضرت مکان ویلور

مدرسہ باقیات کے علاوہ ویلور میں حضرت مکان موجود ہے۔ ہر مہینہ تقریباً بیس ہزار روپیوں کی آمدنی ہے۔ مدرسہ باقیات، جامعہ دارالسلام اور حضرت مکان کے لئے لاکھوں روپیوں کی جائداد وقف ہے۔ یہاں مفت بورڈنگ اور لاجنگ ہے مذکورہ ہر مدرسہ میں صرف ناشتہ کا خرچ ڈھائی ہزار سے کم نہ ہوگا۔ ان تینوں مدرسوں پر زیادہ توجہ عربی اور فارسی پر دی جاتی ہے۔ خصوصاً اس مدرسہ میں اخلاقی قدروں کو بہت اونچا اٹھایا جاتا ہے۔ مہتمم بڑے متقی اور پرہیزگار ہیں جو مہتمم ہونے کے ساتھ ساتھ معلم بھی ہیں۔

مدراس یونی ورسٹی میں اردو سے زیادہ عربی پر زور دیا جا رہا ہے مدراس یونی ورسٹی سے صرف عربی ایم۔ اے کی AFFILIATION ہے فارسی یہاں برائے نام ہے۔ اردو کا نام و نشان تک نہیں۔ یونیورسٹی لائبریری میں عربی کتابوں کی بھرمار ہے۔ بی اے اردو کرنے کے بعد مدراس یونی ورسٹی سے ایم اے اردو کرنے کے لئے وسائل ہی نہیں ہیں۔

لائبریریاں :

(۱) کتب خانہ عام اہل اسلام مدراس جہاں بڑی نایاب کتابیں موجود ہیں۔ ہزاروں روپیوں کی آمدنی ہر ماہ اس لائبریری کو ہے مگر پچاس سال سے سفیدی کی بھی اس عمارت کی نہیں ہوئی۔ تقریباً پچیس سالوں سے ایک نئی کتاب بھی یہاں نظر نہیں آتی۔ بہت ساری نایاب کتابیں فہرست میں موجود ہیں مگر SHELF سے غائب ہیں۔ ہر دو ہائی اسکول اور کالج جہاں اردو پڑھائی جاتی ہے اردو کتابوں کا خاصہ ذخیرہ ہے دیوان صاحب باغ میں ہزاروں کتابیں موجود ہیں۔

مدراس کی چند لائبریریوں میں اردو فارسی کی بڑی نایاب کتابیں موجود ہیں۔ (خصوصاً ریکارڈ آفس، مدراس یونیورسٹی، دیوان صاحب باغ کی فورا لائبریری وغیرہ میں) اس کے علاوہ تمل ناڈو کے مختلف اضلاع میں جہاں عربی مدارس ہیں لائبریریاں موجود ہیں۔ ایمبور میں فلاح ملت فیڈریشن میں قدیم و جدید کتب کا ایک انبار ہے۔ عظیم ایمبوری مرحوم کی اور میری کوشش سے تقریباً تیس ہزار روپیوں کی ذاتی کتابیں جن میں بیشتر جدید لٹریچر پرمشتمل ہیں ایمبور کے ایک رئیس جناب جلال محمد خلیل الرحمن صاحب نے فلاح ملت فیڈریشن کو دو سال پہلے مفت دیدیں۔

تقریباً پندرہ لاکھ سے زیادہ لوگ صرف مدراس میں اردو بولتے ہیں۔ تمل ناڈو میں تقریباً دس لاکھ لوگوں کی مادری زبان اردو ہے۔ اس کے باوجود نہ ریاست سے کوئی اردو ماہنامہ نکلتا ہے اور نہ آل انڈیا ریڈیو اسٹیشن مدراس میں اردو کا ڈیپارٹمنٹ ہے۔

کارپوریشن اردو بائس پلیمنڑی اسکول:

کل مدراس میں بیس ہیں جہاں فضتھ کلاس تک اردو اور انگریزی کے اسباق پڑھائے جاتے ہیں۔ تمل ضمناً پڑھائی جاتی ہے مگر پروگریس رپورٹ میں تمل کے مارکس ENTER نہیں ہوتے۔ تمل نہ ہونے کی وجہ سے طلبہ چند دپلیمنڑی تمل اسکولوں میں داخلہ لینے لگے ہیں۔ یوں اردو بائس پلیمنڑی اسکولوں میں طلبہ کی تعداد گھٹتی جارہی ہے۔ قیاس ہے کہ دو چار سالوں میں یہ اردو پلیمنڑی اسکول بند ہو جائیں گے۔ اساتذہ کا حشر نہ معلوم کیا ہوگا۔ اردو زبان تو جڑ سے کٹ کر رہ جائے گی۔ تمل ناڈو کے مختلف اضلاع میں میونسپل اور کارپوریشن سکولوں کی کافی تعداد ہے جہاں اردو ذریعہ تعلیم ہے۔

کارپوریشن اردو گرلس اسکول:

مدراس میں کل پلیمنڑی اردو گرلس اسکول انیس ہیں جہاں اردو زبان ذریعہ تعلیم ہے۔ یہ مدرسے بھی تمل نہ ہونے کی وجہ سے خالی ہوتے چلے جارہے ہیں۔ کارپوریشن اردو بائس اور گرلس کے مذکورہ ان چالیس مدراس میں تقریباً ۱۲ سکولوں میں تھرڈ فارم تک کا اسٹینڈرڈ موجود ہے۔ کارپوریشن کی طرف سے صرف ایک ہائی اسکول مدراس میں موجود ہے جہاں اردو ذریعہ تعلیم ہے۔

کارپوریشن کے علاوہ چند گورنمنٹ پلیمنڑی اور ہائی اسکول بھی موجود ہیں۔

مدراس سٹی میں صرف ایک گورنمنٹ ٹریننگ پلیمنڑی اینڈ ہائی اسکول فار اردو بائس موجود ہے جہاں اردو ذریعہ تعلیم ہے تیرچی میں اس قسم کا جو ٹریننگ اسکول لڑکیوں کے لئے تھا وہ بند ہو چکا ہے۔

گورنمنٹ ہائی اسکول فار بائس مدراس سٹی میں ہم میں جہاں اردو ذریعہ تعلیم ہے۔ مدرسۂ اعظم کافی مقبول ہے جہاں اردو ختم ہونے کو ہے۔ گورنمنٹ ہائی اسکول فار گرلس مدراس سٹی میں صرف دو ہیں جہاں اردو ذریعہ تعلیم ہے۔ مدراس سٹی میں پرائیویٹ ہائی اسکول فار بائس (۳) ہیں۔

(۱) مدرسۂ مرتضویہ (۲) مسلم ہائی اسکول

(۳) یتیم خانہ جہاں اردو ذریعہ تعلیم ہے۔

مدراس میں گورنمنٹ اور پرائیویٹ کالج بے شمار ہیں۔ پرائیویٹ کالجوں میں نیو کالج، ایس۔ آئی۔ ای۔ ٹی کالج (جس کے مہتمم بشیر احمد سعید ہیں) اور مسلمسی کالج، کیو ایم سی وغیرہ میں اردو پارٹ II کی حیثیت سے موجود ہیں۔ مگر کسی کالج میں ایم اے اردو کا کورس نہیں۔ بی اے بی کام اور بی ایس سی میں اردو برائے نام موجود ہے۔ البتہ نیو کالج میں ایم اے عربی کا الحاق ہے مگر طلبہ جوابات انگریزی میں لکھتے ہیں۔ عربی دانی صفر کے برابر ہے۔ عربی زبان پڑھانے کے لئے مولوی یوسف کوکن صاحب اور مولانا بخاری صاحب یونی ورسٹی اسٹاف کی حیثیت سے مامور ہیں جو چند کلاس HANDLE کرتے ہیں۔

مدراس یونیورسٹی میں تقریباً دس سالوں سے ایم لٹ یا پی۔ ایچ ڈی کے لئے اردو زبان میں کسی نے اپنا نام ENROLE نہیں کیا۔ صرف حسرت سہروردی نے ۱۹۶۰ء میں اردو زبان میں ایم لٹ کیا ہے۔

مدراس یونی ورسٹی میں RESEARCH کا کام بھی زیادہ عربی اور فارسی زبان و ادب پر ہو رہا ہے۔ یہاں کی لائبریری میں اردو سے زیادہ عربی اور فارسی کتابوں کے INDENTS ہی دیکھنے میں آتے ہیں۔

پلیمنڑی اسکولوں، ہائی اسکولوں، کالجوں اور یونی ورسٹی کے وہ اسٹاف جو اردو زبان و ادب پڑھاتے ہیں موجودہ لسانی فارمولے سے گویا مطمئن دکھائی دیتے ہیں۔ اس کے خلاف آواز بلند کرنے کی نہ انھیں ہمت ہے اور نہ اسے ضروری سمجھتے ہیں۔ نہ معلوم یہ جمود کب ٹوٹے گا۔

مدراس سے قطع نظر تمل ناڈو کے مختلف اضلاع میں جا بجا کئی نئے کالج کھل گئے ہیں۔ اسلامیہ کالج وانباڑی، مظہر العلوم کالج امبور، جمال محمد کالج ترچناپلی، وقف بورڈ کالج مدورا، گورنمنٹ آرٹس کالج ویلور (جہاں اس سال اردو ختم ہو گئی) آرٹس کالج کرشنا گرم جیسے کالج بے حد مقبول ہیں۔ اضلاع میں متعدد ہائی اسکول (پرائیویٹ) بھی موجود ہیں۔ ان کالجوں اور اسکولوں میں اردو پڑھائی جاتی ہے کالجوں میں اردو کے لئے پروفیسروں کا ملنا دشوار ہے دو تین علی گڑھ وغیرہ سے کبھی کبھار ایم اے کر لیتے ہیں ان کا تقرر ہو جاتا ہے ورنہ وہ HANDS جو بی اے، بی کام یا بی ایس سی میں پارٹ II اردو لیکر تھرڈ کلاس حاصل کرتے ہیں ان کا تقرر ان دنوں یہاں کے کالجوں میں ہونے لگا ہے جو چند سال کی ملازمت کے بعد علی گڑھ وغیرہ سے بحیثیت TEACHER CANDIDATE ایم اے اردو کر کے PERMANENT ہو جاتے ہیں۔

مراسلات

مندرجہ ذیل شعراء کی تاریخ حیات و موت کی ضرورت

پٹنہ یونیورسٹی کے زیر اہتمام میں ایک کام کر رہا ہوں اور اس سلسلے میں بہت سے شاعروں کی تاریخ حیات و موت کی ضرورت ہے۔ بہت سے شاعروں کی تاریخیں تو مجھے مل گئی ہیں۔ لیکن بعض شعراء کی تاریخیں انتھک کوششوں کے باوجود نہ مل سکیں۔ ذیل میں ایسے ہی شعراء کا نام لکھ رہا ہوں تاکہ ادب نواز ان پر کچھ روشنی ڈال سکیں۔

ارباب ذوق سے اتنی گزارش ہے کہ شعراء کی تاریخ ہجری میں لکھیں۔ اگر ہو سکے تو دونوں یعنی حیات و موت کی تاریخیں لکھیں ورنہ صرف سال پیدائش سے کام چل جائے گا۔ مختصر حالات زندگی بھی چاہیں تو لکھ سکتے ہیں ورنہ ضروری نہیں۔ یہ بھی ضروری نہیں کہ تمام شعراء کا سنہ ولادت اور موت ایک ساتھ بھیجے جائیں۔ جن حضرات کو جس شاعر کے بارے میں کچھ معلوم ہو وہ مجھے ذیل کے پتہ پر لکھ بھیجیں۔

ایس۔ ایم۔ زین العابدین
محلہ شاہ ٹولی۔ پی۔ او۔ داناپور
کینٹ۔ ضلع پٹنہ (بہار)

(۱) نواب احمد حسین خاں جوش (۲) جو لال (بدایونی) شاگرد آتش (۳) غضنفر علی حکیم (۴) مرزا محمود بیگ راحت دہلوی (۵) منشی مردان علی خاں رعنا (۶) محمد یار خاں رند (۷) شیخ افضل علی سحر (۸) مرزا محمد عباس میر (۹) منشی طوطا رام شایاں (۱۰) آغا محمد شکوہ (۱۱) طالب علی خاں عیشی (۱۲) فدا علی عیش، (۱۳) حسن عسکری عرش (۱۴) محمد حسن عقیل (۱۵) محمد حسین طلال (۱۶) مرزا حاتم علی مہر (۱۷) محمد کامیاب خاں قہر (۱۸) علی حسین جذب (۱۹) شیخ بشارت حسین عاصی (عظیم آبادی) (۲۰) خواجہ اسد علی خاں قلق (۲۱) مرزا محمد اسمٰعیل طپش (عرف مرزا جان) (۲۲) حکیم برکت علی ناکی (۲۳) محمد رضا بجو، (۲۴) حکیم تصدق حسین شوق (۲۵) منشی رام جی مل نلک (۲۶) محمد باقر علی مہر (۲۷) مقصود احمد تعلق (دہلوی) (۲۸) مرزا جوہر بیگ شوق (شاگرد مصحفی) (۲۹) محمد اسمٰعیل تعلق (آروی) (۳۰) للتا پرشاد لیق (۳۱) مولوی محب حسین محب (غالباً حیدرآبادی۔ مصنف جذبات محب) (۳۲) مولوی ظہور علی ظہور (۳۳) ایودھ کشن بہادر، لکھنؤ (۳۴) نوازش حسین نوازش (۳۵) ایم۔ یو۔ خلیل (رئیس گھنڈہ) (۳۶) میر حیدری حسین مخلص (۳۷) میر جعفر علی حسرت (۳۸) نواب عبدالعزیز خاں، عزیز (۳۹) حیدری حسین خاں آباد (۴۰) عبدالہادی وفا (۴۱) کیواں۔ اس تخلص کے کئی شعراء ہیں۔ مگر مجھے اس سے بحث ہے جس کے یہ حق شعر ہیں سے

رنگ مرتی اے پری رخسار آنکھیں ہو گئیں
جب سے محو جلوۂ دیدار آنکھیں ہو گئیں

قبر میں یاد پری رونے آتا رہا مجھ کو
بعد مرنے کے ملا خوب سہارا مجھ کو

بے جرم اے بتو یہ خدا کی نظر میں ہے
عاشق تمہارا امت خیر البشر میں ہے

پٹنہ • ایس۔ ایم۔ زین العابدین

کس عہد کا کون غالب؟

بہت دن ہوئے جب مجھے مندرجہ ذیل اشعار پیش کرتے ہوئے جناب ڈاکٹر عندلیب شادانی مرحوم نے سوال کیا تھا کہ یہ سب اشعار کس غالب کے ہیں اور کس عہد کا آدمی ہے۔!!

دریافت کرنے پر انھوں نے پھر جواب یہ دیا کہ "مجھے ردی کا صندوق میں ایک فارسی قلمی دیوان ملا تھا اس میں سے چند اشعار آپ کو لکھ بھیجے ہیں۔ اس دیوان میں ۲۶۱ غزلیں اور ۴۸ رباعیاں ہیں۔ دیباچہ و خاتمہ کچھ بھی نہیں ہے۔ لیکن صفحہ اول پر "دیوان غالب" تحریر ہے"۔!

میں نے اس کے متعلق کوئی جواب نہیں دیا۔ اور خاموشی اختیار کرلی کیونکہ میں ان دنوں سخت بیمار تھا۔ لیکن میرے دل و دماغ میں یہ خیال گردش کرتا رہا کہ یہ اشعار اور "دیوان" کس غالب کے ہیں۔؟ چند دنوں بعد میں نے اس دیوان و اشعار کے متعلق محققین سے دریافت کیا لیکن صد حیف کسی نے تشفی بخش جواب نہیں دیا۔ ڈاکٹر عندلیب شادانی کے پاس بھی چند خطوط تحریر کئے لیکن انھوں نے بھی جواب میں ناکامیابی کا ذکر کیا تھا۔ اب ڈاکٹر صاحب اس دنیا میں نہیں رہے اس لئے میں غالب کے نقاد اور محققین و اہل تحقیق سے گذارش کرتا ہوں کہ مندرجہ ذیل اشعار و دیوان کے متعلق جو بھی معلومات ہوں اُسے "ہماری زبان" کے ذریعہ ہم سب تک پہنچائیں۔!!

اشعار

(۱) طواف کعبہ بہ احرام رسم و لہبی ست
اگر بہ دیر برد آگہی خدا طلبی ست

---

(۲) روے او نتواں تماشا کرد غالب بے نقاب
صد نگہ چوں قطرۂ اشکے ز دو غلطید رفت

---

(۳) غالب آرام جز بہ مردن نیست
زندگی سخت درد سر دارد

---

(۴) گر نامہ نمی فرستی از شرم
جائے بہ صنم دہ از پیامے

(۵) من خود نہ رہم رنج قدم جو شب وعدہ
منت بہ دل و دیدہ اگر پیشتر آئی
گئی
• مختار احمد صدیقی

مرزا غالب کا سنہ ولادت

"عیار غالب" مرتبہ مالک رام نظر سے گزرا۔ غالب صدی کے موقع پر اپنے مواد اور معیار کے لحاظ سے یہ تالیف حرف آخر کی حیثیت رکھتی ہے۔ یوں بھی مالک رام صاحب کو جو لگاؤ غالب سے ہے اسے عشق کے سوا اور کوئی نام نہیں دیا جا سکتا لیکن ابتدا ہی میں تاریخ پیدائش تاریخ شادی اور عمر کو دیکھ کر حیرت ہوئی مرتب موصوف نے مرزا کی زندگی کے اہم واقعات اور تاریخیں تواریخ اور سنین کے اعتبار سے یکجا کی ہیں انہی میں لکھا ہے کہ

"۸؍رجب ۱۲۱۲ھ مطابق ۲۷؍دسمبر ۱۷۹۷ء اسداللہ (بیگ) خاں کی آگرے میں ولادت" اور "۹؍اگست ۱۸۱۰ء مطابق ۷؍رجب ۱۲۲۰ھ الٰہی بخش خاں معروف کی بیٹی امراؤ بیگم سے دلی میں نکاح۔ نکاح کے وقت غالب کی عمر تیرہ سال اور امراؤ بیگم کی عمر گیارہ سال تھی۔"

ان تواریخ کو دیکھنے کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ شادی کے وقت۔

(۱) ہجری سن کے مطابق غالب کی عمر تیرہ سال نہیں بلکہ صرف آٹھ سال تھی۔

(۲) عیسوی سن کے مطابق ان کی عمر بارہ سال سات ماہ اور بارہ دن تھی۔

(۳) غالب کے مصرع "ان کی تاریخ میرا تاریخا" کے مطابق اگر پیدائش ۱۲۱۲ھ ہے۔ اور صحیح ہے تو شادی کی تاریخ میں یا تو سہو ہوا اور یا پھر کاتب صاحب کی مہربانی۔

اب ہجری سن کے اعتبار سے اگر مرزا کی شادی تیرہ سال کی عمر میں ہوئی تو وہ سن ۱۲۲۶ھ ہونا چاہیے چنانچہ خود مرزا کی دی ہوئی تمام عیسوی اور ہجری تواریخ پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ غالب کے زمانہ میں عیسوی اور ہجری سنوں میں پانچو تراسی یا پانچ چوراسی سال کا فرق رہا ہے اور اس سن سے یہ فرق باقی رہتا ہے۔ اب رہی دوسری بات یعنی تیرہ سال یا بارہ سال سات ماہ اور بارہ دن۔ تو عیسوی اور قمری سالوں کا یہ فرق بارہ یا تیرہ سال کی مدت میں ممکن ہے۔ ہاں اتنا ضرور ہے کہ مصنف موصوف کو تیرہ سال قمری لکھنا چاہیے تھا مرزا غالب کی تاریخ پیدائش کے سلسلے میں ایک جامع مضمون سید مسعود حسین صاحب رضوی کا بھی اسی مجموعہ میں شامل ہے۔ موصوف نے غالب کے مطبوعہ زائچہ کو مستند مانا ہے اور کافی محنت کے بعد ثابت کیا ہے کہ غالب کی صحیح تاریخ پیدائش ۸؍رجب ۱۲۱۱ھ مطابق ۸؍جنوری ۱۷۹۷ء ہے۔ موصوف کی محنت یا علمیت میں کوئی شبہ نہیں اور جذبہ یا خلوص پر شک نہیں کیا جا سکتا البتہ اتنا ضرور عرض کروں گا کہ انھوں نے ایسی چیز کو بنیاد بنایا ہے جس میں تحریف بھی ممکن ہے اور معتبر ہونا بھی ضروری نہیں۔ موصوف اگر غالب کی خود نوشتہ تواریخ کا تقابل ہی کر لیتے تو معلوم ہو جاتا کہ اس پوری صدی میں عیسوی اور ہجری سنوں میں پانچو تراسی یا تقریباً پانچو چوراسی سال فرق رہا ہے۔ جبکہ ان کی ثابت کی ہوئی تاریخ کے حساب سے پانچو چھیاسی کے قریب پہنچتا ہے جو ممکن نہیں ہو سکتا ہے کہ غالب کا مصرعہ "ان کی تاریخ میرا تاریخا" کوئی وقتی شوخی ہو مگر مکاتیب کی تواریخ میں تو یہ شوخی ممکن نہیں۔ اس لئے میں سمجھتا ہوں کہ غالب کا یہ مطبوعہ زائچہ اور اس سے ماخوذ تاریخ پیدائش معتبر نہیں۔

دہلی عقیل احمد شیدا

اخبار و افکار

شعر اور نثر کے معروضی امتیازات پر انجمن اردوئے معلّیٰ میں شمس الرحمٰن فاروقی کا مقالہ

انجمن اردوئے معلّیٰ شعبۂ اردو، مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ کا ایک جلسہ ۶ر اگست کی سہ پہر کو فیکلٹی لاؤنج میں ہوا۔ اس جلسے میں جناب شمس الرحمٰن فاروقی نے اپنے ایک طویل مقالے "شعر، غیر شعر اور نثر" کے بعض حصے پڑھ کر سنائے۔ یہ مقالہ شاعری اور نثر کے فرق کے واضح کرنے کے لئے معروضی طور پر چند اصولوں کی تلاش اور تعیین اور ان کے متعلق مباحث پر مشتمل تھا۔ اس سلسلے میں فاروقی صاحب نے اردو تنقید کے گذشتہ ادوار کے علاوہ مغرب کے تنقیدی اصولوں اور مختلف زبانوں میں شعر اور نثر کے بنیادی امتیازات کا از سر نو جائزہ لینے کے بعد یہ وضاحت کی کہ اب تک شاعری اور نثر کے فرق کو سمجھنے کے لئے جو رویہ یا طریق کار اختیار کیا گیا ہے اس کا انحصار بعض مابعد الطبیعاتی یا داخلی تصورات پر ہے جنھیں کسی بھی صورت میں معروضی اصولوں کی حیثیت نہیں دی جا سکتی۔ عام طور پر ہمارے نقادوں نے شعری محاسن کے اظہار میں کم و بیش انھیں توصیفی یا توضیحی کلمات سے کام لیا ہے جن کا بیک وقت شعر اور نثر دونوں پر اطلاق ہو سکتا ہے۔ مثال کے طور پر برجستگی، روانی، ندرتِ تخیل، جدتِ ادا، اور اس قبیل کے دوسرے تمام لفظوں کے سامنے کوئی ایسی معروضی حد نہیں ہوتی جو انھیں صرف شعر یا صرف نثر کا پابند بنا سکے۔ "ذوق" (TASTE) کا لفظ بجائے خود ایک شخصی، داخلی اور مجرد علامت کی حیثیت رکھتا ہے جس سے کسی بھی معروضی تنقید کی طریق کار میں مدد نہیں مل سکتی۔ ایسی صورت میں ضرورت اس بات کی ہے کہ واضح طور پر چند ایسے اصول مرتب کئے جائیں جو اپنی معروضیت کے اعتبار سے سائنسی اور علمی طریق کار سے قریب ہوں اور نثر اور نظم کے فرق کو سمجھنے میں کسی متعین راہ کی نشاندہی کر سکیں۔

فاروقی صاحب نے ان تمام خصوصیات سے جو شعر اور نثر میں یک مشترک کی حیثیت رکھتی ہیں صرفِ نظر کرتے ہوئے چند ایسے اصول بیان کئے جو شعر اور نثر کے بنیادی امتیازات کا تعین کرنے میں ہماری مدد کر سکتے ہیں۔ ان کے نزدیک مختصر طور پر ان اصولوں کو جن کا اطلاق صرف شعر پر ہوتا ہے، موزونیت، جمال، جدلیاتی لفظ اور ابہام کا نام دیا جا سکتا ہے۔ شعر اور غیر شعر کی شناخت کے لئے بھی ان اصولوں کو بروئے کار لایا جا سکتا ہے۔ اچھے شعر میں بیک وقت یہ چاروں محاسن موجود ہوتے ہیں جبکہ غیر شعر میں ان چاروں خوبیوں کی نفی ہوتی ہے۔ ان اصولوں کی عملی تشریح کے لئے فاروقی صاحب نے اساتذہ کے بعض ایسے اشعار مثالاً پیش کئے جن میں گہری معنوی مناسبتیں ملتی ہیں اور بظاہر یہ تمام اشعار اچھے معلوم ہوتے ہیں اس کے باوجود متذکرہ اصولوں کی روشنی میں ان کا تجزیہ کیا جائے تو اشعار کے فنی اور شعری امتیازات تک ہماری رسائی ہو جاتی ہے۔

مقالے کے خاتمے پر ڈاکٹر وحید اختر، بیگم ساجدہ زیدی، اور اقبال انصاری صاحب نے مقالے کے بعض پہلوؤں پر سوالات اٹھائے اور اپنے خیالات پیش کئے۔

آخر میں صدر جلسہ پروفیسر مسعود حسین خاں نے فاروقی صاحب کا شکریہ ادا کیا اور مقالے کے موضوع پر اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے اس کی اہمیت پر زور دیا۔

• سکریٹری انجمن اردوئے معلّیٰ

اردو کانفرنس میں منظورہ قراردادوں پر عمل درآمد کا مطالبہ

حیدرآباد:- مجلس عمل طلبہ برائے اردو نے ریاستی حکومت سے حیدرآباد میں ۲۰ر جون کو منعقدہ طلبہ اور نوجوانوں کی نمائندہ اردو کانفرنس کی قراردادوں اور مطالبات کے بارے میں عاجلانہ فیصلے کرنے کی اپیل کی ہے۔ مسرز کے۔ ایم عارف الدین صدر نشین، عزیز پاشاہ جنرل سکریٹری، اسلم فرشوری، صدر اسٹوڈنٹس یونین انوار العلوم کالج اور نصرت محی الدین نائب صدر اردو آرٹس کالج اسٹوڈنٹس یونین نے اپنے صحافتی بیان میں چیف منسٹر اور وزیر تعلیم پر طلبہ کے اس عزم کو واضح کیا ہے کہ اردو مطالبات سے متعلق فیصلوں میں مزید تاخیر سے طلبہ میں بے چینی پیدا ہوگی۔ ان طلبہ قائدین نے اس بات پر افسوس کا اظہار کیا کہ وزیر تعلیم نے تلگو میں ڈگری کالجس کے قیام کے بارے میں دئے گئے سرکاری پالیسی بیان میں اردو ڈگری کالجس اور درسی کتابوں کی ضرورت اور حکومت کے موقف کی وضاحت کو نظر انداز کر دیا۔ قانون سرکاری زبان میں شامل دفعہ (۷) کے بموجب ریاست میں اردو کے علاقوں کے اعلان اور سرکاری اغراض کے لئے بھی اس زبان کے استعمال سے متعلقہ اعلامیہ کی اجرائی و جریدہ میں اشاعت پر بھی توجہ نہیں کی جا رہی ہے۔ یہ ایسے مسائل ہیں جنھیں بات چیت کے ذریعہ بہ آسانی حل کیا جا سکتا ہے لیکن اس خصوص میں روایتی ٹال مٹول طلبہ اور نوجوانوں کو ایک اور شدید پر امن احتجاج شروع کرنے پر مجبور کر سکتی ہے۔

مجلس عمل طلبہ برائے اردو کی جانب سے حالیہ کانفرنس کی قراردادیں گذشتہ ماہ چیف منسٹر، وزیر تعلیم اور ڈپٹی چیف منسٹر کی خدمت میں روانہ کی جا چکی ہیں۔ اس سلسلے میں مجلس عمل نے کانفرنس کے اس فیصلے کا اعادہ بھی کیا ہے اندرون ایک ماہ ان امور کی عدم یکسوئی پر طلبہ ایجی ٹیشن شروع کر دیں گے۔

• نامہ نگار

شعبۂ اردو، مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ کی طرف سے

ڈاکٹر خورشید الاسلام کو الوداعیہ

۳ اگست کی سہ پہر کو شعبۂ اردو کے اساتذہ کی طرف سے ڈاکٹر خورشید الاسلام، ریڈر، شعبۂ اردو کو ایک الوداعی عصرانہ دیا گیا۔ ڈاکٹر خورشید الاسلام ایک انگریزی اردو لغت کی ترتیب اور بعض دوسرے علمی و ادبی کاموں کے سلسلے میں تین سال کے لئے انگلستان تشریف لے جا رہے ہیں۔

شعبے کے اساتذہ کی جانب سے جناب نسیم قریشی، استاد شعبۂ اردو نے ایک مختصر تقریر کی جس میں ڈاکٹر خورشید الاسلام کو اس اعزاز پر مبارکباد پیش کرتے ہوئے انھوں نے موصوف کی علمی و ادبی خدمات پر بھی روشنی ڈالی۔

آخر میں صدر شعبۂ اردو، پروفیسر آل احمد سرور نے خورشید صاحب کے لئے نیک خواہشات کا اظہار فرماتے ہوئے یہ توقع ظاہر کی کہ خورشید صاحب جو علمی خدمات انجام دینے کے لئے انگلستان جا رہے ہیں ان سے یقیناً مغرب میں ہماری زبان سے دلچسپی اور اس کی قدر و قیمت کے احساس میں اضافہ ہوگا۔

• نامہ نگار

پرائمری سے یونی ورسٹی سطح تک اردو تعلیم کی آسانیاں فراہم کی جانی چاہئیں

نئی دہلی:۔ صدر کانگریس جناب جگ جیون رام نے اخباری نمائندوں سے غیر رسمی بات چیت کرتے ہوئے اردو سے متعلق ایک سوال کے جواب میں کہا کہ ان کی ہمیشہ سے یہ رائے رہی ہے کہ اردو کی تعلیم اور اس کی ترقی کے لئے پرائمری سے یونی ورسٹی کی سطح تک تمام ضروری آسانیاں سب لوگوں کو بلا امتیاز مذہب ملت فراہم کی جانی چاہئیں

• قومی آواز

اردو شاعری دیوناگری میں: فراق کا اصرار

الہ آباد:۔ بھارتیہ گیان پیٹھ کا ۱۹۶۹ء کا انعام جیتنے والے استاد پروفیسر رگھوپتی سہائے فراق گورکھپوری نے اردو اور ہندی کے بیچ کی خلیج کو کم کرنے کے لئے اردو شاعری کے دیوناگری رسم خط میں لکھے جانے کی ضرورت پر زور دیا ہے۔

انھوں نے یہاں اخباری نمائندوں کے سامنے کہا کہ ہندوؤں اور مسلمانوں کے درمیان شگاف پیدا کرنے کے لئے اردو اور ہندی کے درمیان خلیج مصنوعی طور پر پیدا کی گئی ہے۔

فراق نے کہا کہ اردو اور ہندی دونوں عام بول چال کی زبانیں ہیں اور کسی قسم کی مذہبی وابستگی سے مبرا ہیں۔

• قومی آواز

بھوپال میں اردو میڈیم کے اسکول

بھوپال:۔ اردو دوستوں کی انتھک کوششوں کی وجہ سے بھوپال میں اس سال سے اردو میڈیم کے اسکول کھل گئے ہیں جہاں بچے اردو زبان میں تعلیم حاصل کریں گے۔

لیکن ریاستی حکومت نے یہ شرط عائد کی ہے کہ اگر ان اسکولوں میں بچوں کی ایک مقررہ تعداد داخلہ نہ لے گی تو اسکول بند کر دئے جائیں گے۔

اردو انجمنوں نے بچوں کے والدین اور سرپرستوں سے درخواست کی ہے کہ وہ اپنے بچوں کو انھیں اسکولوں میں شریک کرائیں۔

• اردو نامہ

الہ آباد کے کالج میں اردو سے ناانصافی

الہ آباد:۔ انجمن معیار ادب اکبرپور الہ آباد کی ایک میٹنگ ڈاکٹر سید ضیاء الحسن کی صدارت میں ہوئی۔ اینگلو بنگالی انٹر میڈیٹ کالج الہ آباد میں ثانوی و اختیاری مضمون کی حیثیت سے تمام درجات سے اردو کے یکسر خارج کئے جانے پر سخت احتجاج کیا گیا۔ میٹنگ نے کالج کے منتظمین اور بالخصوص پرنسپل جناب بی۔ ڈی۔ بنرجی سے پرزور اپیل کی کہ وہ گذشتہ ۔ سالہ روایات کے مطابق اردو کو اس کا جائز مقام دیں اور ریٹائر ہونے والے استاد کی جگہ نئے استاد کا تقرر فوراً کر کے طلبہ کی بڑھتی ہوئی پریشانی کو دور کریں۔ (الجمعیۃ)

لسانی اقلیتوں کے ڈپٹی کمشنر کی کانپور میں آمد

لکھنؤ۔ لسانی اقلیتوں کے معاملات کے ڈپٹی کمشنر جناب ایل۔ بی تھنگا ان تحفظات کی کیفیت کو دیکھنے کے لئے جنھیں ان زبانوں کے معاملہ میں ریاستی حکومت نے مہیا کیا ہے، کانپور اور آگرہ ضلع کا دورہ کریں گے اور وہاں لسانی اقلیتوں کے نمایندوں سے ملیں گے۔ جناب تھنگا نے اردو، پنجابی، سندھی وغیرہ زبانوں کے مسائل پر بات چیت کرنے کے لئے ان زبانوں کی سرکردہ تنظیموں سے اپنے نمایندگان بھیجنے کی فرمائش کی ہے۔ وہ کانپور میں ۱۹ر اگست کو وارد ہوں گے۔

● سیاست

ادبی سنگم کی نشست میں ڈاکٹر نارنگ کی تقریر

جامعہ ملیہ کے آرٹ انسٹی ٹیوٹ میں "ادبی سنگم" کی ایک نشست ہوئی جس کی صدارت عالیجناب ڈاکٹر سید عابد حسین صاحب نے فرمائی اس نشست کے خصوصی مہمان دلی یونی ورسٹی میں شعبۂ اردو کے ریڈر ڈاکٹر گوپی چند نارنگ صاحب تھے۔ آپ نے امریکہ کے سفر اور قیام کے تاثرات بیان کئے اور چند منتخب سلائیڈیں دکھائیں سب سے پہلے "ادبی سنگم" کے سکریٹری سید نقوی برنی نے گذشتہ جلسہ کی روداد پڑھ کر سنائی اور پھر حاضرین کو ڈاکٹر نارنگ صاحب سے متعارف کرایا۔

نقوی برنی نے کہا کہ ڈاکٹر نارنگ صاحب نے دلی یونی ورسٹی سے ۱۹۵۴ء میں اس وقت اردو میں ایم۔ اے کیا۔ جب صرف دہلی یونی ورسٹی کے واحد اردو طالب علم تھے اور شعبہ میں صرف ایک استاد تھا۔ ۱۹۵۸ء میں اردو شاعری میں ہندوستانی عناصر کے موضوع پر مقالہ داخل کیا۔ اس سے پہلے ان کی ترتیب دی ہوئی کتاب "معراج العاشقین" شائع ہو چکی تھی۔ آئندہ دو برسوں میں ان کی ایک اور کتاب "ہندوستانی قصوں سے ماخوذ اردو مثنویاں" منظر عام پر آئی جسے حکومت اترپردیش نے بہترین تحقیقی کتاب قرار دیا۔ اس کے علاوہ آپ کی ترتیب دی ہوئی کتاب "منشورات کیفی" بھی شائع ہو چکی ہے۔

اس کے بعد ڈاکٹر گوپی چند نارنگ صاحب نے تقریر فرمائی اور کہا کہ "میں ۱۹۶۸ء میں وسکانسن یونی ورسٹی دوسری مرتبہ گیا۔ وہاں ۳۵ ہزار طلبہ زیر تعلیم ہیں۔ ان میں بیشتر طلبہ میڈیسن کی تعلیم حاصل کرتے ہیں۔ ڈاکٹر ہرگوبند کھورانا اسی یونی ورسٹی سے وابستہ ہیں ان کی تحقیقی صلاحیتوں کا ابھی حال میں اعتراف کیا گیا ہے۔

ڈاکٹر نارنگ صاحب نے مزید فرمایا کہ وسکانسن یونی ورسٹی میں علوم مشرقیہ کی تعلیم کا بھی معقول انتظام ہے۔ وہاں سنسکرت اور پالی کے علاوہ اردو ہندی تامل اور تلگو بھی پڑھائی جاتی ہے اردو اور ہندی زبانیں وسکانسن کے علاوہ پندرہ دیگر تعلیمی اداروں میں بھی پڑھائی جاتی ہیں۔

نارنگ صاحب کی تقریر کے بعد صدر جلسہ جناب ڈاکٹر سید عابد حسین صاحب نے تقریر کی اور فرمایا کہ علمی انداز سے زبان کی صرف و نحو کا کام کرانا نہایت ضروری ہے۔ یہ خوشی کی بات ہے کہ امریکہ کی یونی ورسٹیوں میں اردو زبان کی گرامر اور صرف و نحو پر تحقیقی کام شروع ہو گیا ہے۔ لیکن لسانی اعتبار سے ہندوستان میں جو کام ہوا ہے اسے تسلی بخش کام نہیں کہا جا سکتا۔

بعد ازاں انوار علی خاں صاحب سوز، عبداللطیف اعظمی صاحب اور دیپ بادلی صاحب نے ڈاکٹر نارنگ سے ان کی تقریر کی روشنی میں چند سوالات کیے جن کا موصوف نے تشفی بخش جواب دیا۔

آخر میں ڈاکٹر نارنگ صاحب نے امریکہ، فرانس اور برطانیہ کے مختلف علمی تاریخی اور تمدنی اداروں کے متعلق سلائیڈیں دکھائیں جو نہایت پسند کی گئیں۔

● نقوی برنی سکریٹری ادبی سنگم

کتابیں ملیں

(تبصرے کے لئے ہر کتاب کی دو جلدیں آنا ضروری ہیں)

نثر کا حسن

مرتب: عابد رضا بیدار
ناشر: رام پور انسٹی ٹیوٹ آف اورینٹل اسٹڈیز دہلی۔
صفحات: ۱۹۰ قیمت: دس روپے

غالبیات نو

مرتب: عابد رضا بیدار
ناشر: رام پور انسٹی ٹیوٹ آف اورینٹل اسٹڈیز دہلی۔
صفحات: ۳۲

انتخاب کلام غالب

مرتب: عابد رضا بیدار
ناشر: رام پور انسٹی ٹیوٹ آف اورینٹل اسٹڈیز دہلی
صفحات: ۹۶

▲

تبصرے

ڈاکٹر ناصر حسین نقوی

متاعِ نظر

مصنف: سید نظر برنی
ناشر: مکتبہ ماڈرن ٹیلر ہاؤس، جامعہ نگر
نئی دہلی ۲۵
قیمت: ۳ روپے

متاعِ نظر نوجوان شاعر سید نظر برنی کی غزلوں اور نظموں کا مجموعہ ہے۔ وہ اگرچہ ابھی نوجوان ہیں لیکن انھوں نے اپنی شاعری کے لئے جو انداز بیان منتخب کیا ہے وہ فرح ناروی، احسن مارہروی اور اسی قبیل کے شعرا کی یاد دلاتا ہے۔ مثال کے طور پر ان کی ایک غزل ملاحظہ ہو۔

اپنے اشکوں کو ان سے چھپانا پڑا
چوٹ کھائی مگر مسکرانا پڑا
درد سے ہم ہوئے ایسے مجبور کچھ
ان کو افسانۂ غم سنانا پڑا
جب نہ پایا حرم میں اسے جلوہ گر
بتکدے میں بھی سر کو جھکانا پڑا
ایسی مجبوریاں درمیاں آگئیں
اپنی ہی ذات سے منہ چھپانا پڑا
کہتے کہتے کہانی زباں رک گئی
ہر مسرت سے دامن بچانا پڑا
وہ سوا دشمنوں سے بھی نکلے نظر
دوستوں کو جہاں آزمانا پڑا

یہ انداز بیان بہت پرانا ہو چکا ہے اور آج کے قاری کے لئے اس میں کوئی جاذبیت نہیں ہے اس لئے اگر نظر صاحب واقعی دنیائے شاعری میں کوئی جگہ بنانا چاہتے ہیں تو ان کو اپنے ذہن کے دروازے کھلے رکھنا پڑیں گے اور نئے نئے تجربات سے فائدہ اٹھا کر اپنی بات کہنا ہوگی تب کہیں جاکر ان کی شاعری میں وہ آب و تاب آسکے گی جو ان کے بقائے دوام کی ضامن ہو۔

اس مجموعہ کی کتابت، طباعت اور کاغذ معیاری ہے۔

ڈاکٹر شمیم حنفی

میگھ دوت

• مترجم: رانا گنوری
• ناشر: پاپولر پبلیکیشنز، ۹۹۳ بازار چتلی قبر دہلی ۶

ڈاکٹر جانسن نے کہا تھا کہ شاعری ہی زبان کی محافظ ہوتی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ نثری ادب پاروں کا ترجمہ ایک زبان سے دوسری زبان میں ہو سکتا ہے لیکن کسی زبان کی شاعری کا صحیح حسن دوسری زبان میں منتقل نہیں ہو سکتا اس لئے کسی شعری شاہکار کے فنی رموز کو سمجھنے اور ان سے لطف اندوز ہونے کے لئے ضروری ہے کہ ترجمے کے بجائے اصل کی طرف رجوع کیا جائے۔

یہ کتاب کالیداس کے شاہکار میگھ دوت کا منظوم ترجمہ ہے۔ عام طور پر ترجمے کی زبان رواں دواں ہے۔ البتہ مترجم نے کالیداس کی تقلید میں شروع سے آخر تک چونکہ ایک ہی بحر کا التزام رکھا ہے اس لئے ترجمے کی فضا میں کہیں کہیں تصنع، نثریت اور طوالت کا پیدا ہو جانا مترجم کی مجبوری ہے۔ مجموعی طور پر یہ کام قابل قدر ہے۔ ابتدائی صفحات میں مترجم نے کالیداس کے حالات اور میگھ دوت کے پلاٹ اور اس کی شعری و معنوی خوبیوں کا مفصل جائزہ بھی پیش کیا ہے جس سے اس کتاب کی افادیت بڑھ جاتی ہے۔ ترجمے کا نمونہ یہ ہے۔

اے ابر! تو محافظ جان ملول ہے
میرا پیام میری حبیبہ کو جاکے دے

یکشوں کے شہر الکاپوری میں تو جائے گا
ایوان ہیں جس کے زیرِ قمر دھلے ہوئے

اس کتاب کی قیمت دو روپے ہے۔

مالک انجمن ترقی اردو ہند علی گڑھ پرنٹر و پبلشر سید تفضل حسین ایم اے نے لیتھو کلر پرنٹرس علی گڑھ میں چھپایا اور دفتر مرکزی انجمن ترقی اردو ہند علی گڑھ سے شائع کیا
REGD. NO. L 922 فون نمبر ۲۹ R. NO. 2166/57